(صرف احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے)

حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کی صداقت

کی

ایک عظیم الشان دلیل

علومِ آسمانی

کا

انکشاف

از

افاضات

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی

بسم اللہ الرحمان الرحیم

علوم آسمانی کا انکشاف

(ایک) دلیل آپؑ کی صداقت کی کہ درحقیقت وہ بھی بہت سے دلائل پر مشتمل ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ پر قادرانہ طور پر ایسے علوم کا انکشاف کیا جن کا حصول انسانی طاقت سے بالا ہے، نبیوں کی بعثت کی غرض ہی یہ ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو اس چشمہ تک پہنچائیں جس سے سیراب ہوئے بغیر روحانی زندگی قائم ہی نہیں رہ سکتی، یعنی تمام زندگیوں کے منبع حضرت احدیت سے ان کو وابستہ اور متعلق کر دیں اور یہ بات بلا علوم روحانیہ کے حصول کے نہیں ہوسکتی۔ وہی شخص اللہ کا قرب حاصل کرسکتا ہے جسے اس کی معرفت حاصل ہو اور اس کے قرب کے ذرائع معلوم ہوں اور اس کی صفات کا باریک در باریک علم رکھتا ہو اور دوسروں کو وہی شخص روحانی امور میں ہدایت کرسکتا ہے جو ان باتوں سے حصۂ وافر رکھتا ہو۔

پس کسی ماموریت کے مدعی کا دعویٰ قابل تسلیم نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ خدا تعالیٰ کے غیر محدود علم سے حصہ نہ پائے اور اللہ تعالیٰ اس کی علمی غور و پرداخت نہ کرے۔ پس حضرت اقدسؑ کے دعوے کی سچائی کے معلوم کرنے کے لئے ہم اس قانون کے ذریعے سے بھی آپ کے دعوے پر غور کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر کیا کیا علوم کھولے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ ۳۲) اور اس نے حضرت آدمؑ کو سب صفات الٰہیہ کا علم دیا اور صفات الٰہیہ کے علم کے ماتحت سب قسم کا علم آجاتا ہے کیونکہ معرفت الٰہیہ کے معنے صفات الٰہیہ کا ایسا علم ہی ہے جو مشاہدہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ یہ علم ہر مامور کو دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ حضرت لوطؑ کی نسبت فرماتا ہے وَلُوْطاً اٰتَيْنٰهُ حُكْماً وَّعِلْماً (الانبیاء ۷۵) اور حضرت داوٗدؑ و سلیمانؑ کی نسبت فرماتا ہے وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ

اٰتَیْنٰہُ حُکْمًا وَّعِلْماً (یوسف:۲۳) اور حضرت موسیٰ کی نسبت فرماتا ہے وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَاسْتَوٰٓی اٰتَیْنٰہُ حُکْماً وَّعِلْماً وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (القصص ۱۵) اور آنحضرت ﷺ کی نسبت فرماتا ہے وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْماً (النساء۱۱۴) کہ آپؐ کو وہ علم سکھایا ہے جو پہلے آپؐ کو معلوم نہ تھا اور پھر اور علوم کے اظہار کا وعدہ کرتا ہے اور یہ دعا سکھاتا ہے قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْماً پس ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہر مامور کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص علم دیا جاتا ہے۔ چنانچہ اسی قسم کا علم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی دیا گیا۔ صرف فرق یہ ہے کہ پہلے ماموروں کو تو صرف باطنی علم دیا جاتا تھا مگر آپ کو مطاع اور آقا آنحضرت ﷺ کی اتباع میں ظاہری اور باطنی دونوں قسم کا علم دیا گیا۔ یعنی علم روحانی بھی دیا گیا اور اس کے بیان کرنے کا اعلیٰ طریق بھی بخشا گیا اور اللہ تعالیٰ نے دونوں باتوں میں آپ کو بے نظیر بنایا، نہ تو علوم باطنیہ کے جاننے میں کوئی شخص آپ کا مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ ان کے بیان کرنے میں کوئی شخص آپ کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

ان دونوں قسم کے علموں میں سے پہلے میں ظاہری قسم کا علم لیتا ہوں۔ یہ معجزہ آپ سے پہلے صرف نبی کریم ﷺ کے ذریعے ظاہر کیا گیا ہے۔ پہلے انبیاء میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آنحضرت ﷺ پر جو وحی نازل ہوئی اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ وَادْعُوْا شُھَدَآءَ کُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ (البقرہ:۲۴)

کہہ دے اگر تم کو اس کتاب کے سبب جو تم نے اپنے اس بندے پر نازل کی ہے شکوک وشبہات پیدا ہو گئے، تو پھر اس کی ایک سورۃ جیسی ہی کوئی عبارت لے آؤ اور اس کی تیاری کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا جس قدر تمہارے بزرگ ہیں سب کو اپنی مدد کے لئے جمع کر لو، مگر یاد رکھو کہ پھر بھی تم اس کی مثال لانے پر قادر نہیں ہو سکو گے۔ اس آیت میں ہر قسم کی خوبیوں میں قرآن

کریم کو بے مثل قرار دیا گیا ہے جن میں سے ایک خوبی ظاہری خوبی بھی ہے قرآن کریم کی فصاحت کی طرف اور جگہوں پر بھی اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے چنانچہ فرماتا ہے کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ ۝ (ھود:۲) یہ کتاب ایسی ہے کہ اس کے احکام نہایت مضبوط چٹان پر قائم کئے گئے ہیں اور پھر ان کو بے نظیر طور پر کھول کر بیان کیا گیا ہے اس خدا کی طرف سے جو بڑی حکمتوں کا مالک ہے اور واقعات سے باخبر ہے یعنی حکیم کی طرف سے پر حکمت کلام ہی آنا چاہئے اور خبیر جانتا ہے کہ اب علمی زمانہ شروع ہونے والا ہے اس لئے علمی معجزات کی ضرورت ہے ۔ پس اس نے قرآن کریم کی زبان کو مفصل بنایا ہے۔ یعنی وہ اپنی وضاحت آپ کرتا ہے اور اپنی خوبی کا خود شاہد ہے۔

چونکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت ﷺ کے شاگرد اور آپ کے ظل تھے اور آپ ہی کے نور سے حصہ لینے والے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بھی اس خوبی سے حصہ دیا اور آپ کو بھی کلام کی فصاحت عطا فرمائی ، میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ حضرت اقدس کسی مشہور مدرسے کے پڑھے ہوئے نہ تھے ، معمولی لیاقت کے استاد آپ کی تعلیم کے لئے رکھے گئے تھے ، جنہوں نے عام درسی کتب کا ایک حصہ آپ کو پڑھا دیا تھا۔ آپؑ کبھی عرب وغیرہ ممالک کی طرف بھی نہیں گئے تھے اور نہ آپ ایسے شہروں میں رہے تھے جہاں عربی کا چرچا ہو دیہاتی زندگی اور معمولی کتب پڑھنے سے جس قدر علم انسان کو حاصل ہوسکتا ہے اسی قدر آپ کو حاصل تھا۔

جب آپؑ نے دعویٰ کیا اور دنیا کی اصلاح کی طرف توجہ کی تو آپؑ کے دشمنوں کی نظر سب سے پہلے ان حالات پر پڑی اور انہوں نے سوچا کہ یہ سب سے بڑا حملہ ہے جو ہم آپؑ کی ذات پر کر سکتے ہیں اور یہ مشہور کرنا شروع کیا کہ آپ ایک منشی آدمی ہیں اردو نوشت وخواند میں چونکہ مہارت ہوگئی اور لوگوں میں بعض مضامین اچھی نظر سے دیکھے گئے خیال کرلیا کہ اب میں بھی کچھ بن گیا اور دعویٰ کر دیا۔

آپؑ عربی سے ناواقف ہیں اس لئے علوم دینیہ میں رائے دینے کے اہل نہیں، اس اعتراض کو ہر مجلس اور تحریر میں پیش کیا جاتا اور لوگوں کو بدظن کیا جاتا تھا۔ ان لوگوں کا یہ اعتراض تو کہ آپؑ عربی زبان سے ناواقف تھے بالکل جھوٹا تھا، کیونکہ آپ نے عام درسی کتب پڑھی تھیں مگر یہ سچ تھا کہ آپ کسی بڑے عالم سے نہیں پڑھے تھے اور نہ باقاعدہ کسی پرانے مدرسہ کے سند یافتہ تھے اس لئے ملک کے بڑے عالموں میں شمار نہ ہوتے تھے اور نہ مولوی کی حیثیت آپ کو حاصل تھی۔

جب اس اعتراض کا بہت چرچا ہوا اور مخالف مولویوں نے وقت اور بے وقت اس کو پیش کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک رات میں چالیس ہزار مادہ عربی زبان کا سکھا دیا اور یہ معجزہ عطا فرمایا کہ آپؑ عربی زبان میں کتب لکھیں اور وعدہ کیا کہ ایک ایسی فصاحت آپ کو عطا کی جاوے گی کہ لوگ مقابلہ نہ کرسکیں گے۔ چنانچہ آپؑ نے عربی زبان میں ایک مضمون لکھ کر اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے ساتھ شائع کیا اور مخالفوں کو اس کے مقابلہ میں رسالہ لکھنے کے لئے بلایا، مگر کوئی شخص مقابلہ پر نہ آسکا۔ اس کے بعد متواتر آپ نے عربی کتب لکھیں جو بیس سے بھی زیادہ ہیں اور بعض کتب کے ساتھ دس دس ہزار روپے کا انعام ان لوگوں کے لئے مقرر کیا جو مقابلہ میں ویسی ہی فصیح کتب لکھیں، مگر ان تحریرات کا جواب کوئی مخالف نہ لکھ سکا، بلکہ بعض کتب عربوں کے مقابلہ میں لکھی گئیں اور وہ بھی جواب نہ دے سکے اور پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ چنانچہ سیّد رشید رضا صاحب مدیر المنار کو مخاطب کر کے بھی ایک کتاب لکھی گئی اور اس کو مقابلہ کے لئے بلایا گیا، مگر وہ مقابلہ پر نہ آیا اسی طرح بعض اور عربوں کو مقابلہ کے لئے دعوت دی گئی، مگر وہ جرأت نہ کرسکے۔

ہندوستان کے مولویوں نے اپنی شکست کا ان لفظوں میں اقرار کیا کہ یہ کتابیں مرزا صاحب خود نہیں لکھتے بلکہ انہوں نے عرب چھپا کر رکھے ہوئے ہیں وہ ان کتب کو لکھ کر دیتے ہیں۔ اس اعتراض سے صاف ظاہر ہے کہ آپؑ کی کتب کی عربی زبان کے وہ بھی قائل تھے، مگر ان

کو یہ شک تھا کہ آپ خود یہ کتب نہیں لکھ سکتے اور لوگ آپ کو کتابیں لکھ کر دے دیتے ہیں۔اس پر آپ نے یہ اعلان کیا کہ آپ لوگ بھی عربوں اور شامیوں کی مدد سے میرے مقابلہ پر کتابیں لکھ دیں مگر باوجود بار بار غیرت دلانے کے کوئی سامنے نہ آیا اور وہ کتب اب تک بے جواب پڑی ہیں۔

ان کتب کے علاوہ ایک دفعہ آپؑ کو الہام ہوا کہ آپ فی البدیہ ایک خطبہ عربی زبان میں دیں حالانکہ آپؑ نے عربی زبان میں کبھی تقریر نہ کی تھی۔دوسرے دن عید الاضحیٰ تھی۔اس الہام کے ماتحت آپؑ نے عید کے بعد عربی زبان میں ایک لمبی تقریر کی جو خطبہ الہامیہ کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔اس تقریر کی عبارت بھی ایسی اعلیٰ درجہ کی تھی کہ عرب اور عجم پڑھ کر حیران ہوتے ہیں اور ایسے غوامض و رموز اس میں بیان کئے کہ ان کی وجہ سے اس خطبہ کی عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

یہ علمی معجزہ آپؑ کا نہایت زبردست معجزات میں سے ہے کیونکہ ایک تو ان معجزات پر اسے فوقیت حاصل ہے جو زیادہ اثر صرف اس وقت کے لوگوں پر کرتے ہیں جو دیکھنے والے ہوں۔دوم اس معجزہ کا اقرار دشمنوں کی زبانوں سے بھی کرا دیا گیا ہے اب جب تک دنیا قائم ہے یہ معجزہ آپؑ کا بھی قائم رہے گا اور قرآن کریم کی طرح آپ کے دشمنوں کے خلاف حجت رہے گا اور روشن نشان کی طرح چمکتا رہے گا۔

بعض لوگ جب اس معجزہ کو دیکھ کر آپؑ کی صداقت کا انکار کرنے کی کوئی صورت نہیں دیکھتے تو اس پر ایک اعتراض کیا کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اس قسم کے معجزہ کا دعویٰ کرنا قرآن کریم کی ہتک ہے۔

کیونکہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ اس کی زبان بے مثل ہے۔اگر مرزا صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی زبان میں کتب لکھنے کی توفیق دے دی جو اپنی خوبیوں میں بے مثل ہے تو اس میں

قرآن کریم کی ہتک ہوگئی اوراس کا دعویٰ باطل ہوگیا ان لوگوں کا یہ اعتراض محض تعصب کا نتیجہ ہے ورنہ اگر یہ سوچتے تو انہیں معلوم ہوجاتا کہ باوجود حضرت اقدسؑ کی عربی کتب کے بے مثل ہونے کے قرآن کریم کا دعویٰ حق اور راست ہے اوراس کا معجزانہ رنگ موجود ہے بلکہ آگے سے بڑھ گیا ہے۔

دنیا میں ہر ایک فضیلت دو قسم کی ہوتی ہے، کامل فضیلت اور وہ فضیلت جو اضافی ہوتی ہے یعنی ایک فضیلت تو وہ جو بلا دوسری چیزوں کو مدنظر رکھنے کے ہوتی ہے اور ایک فضیلت وہ جو بعض اور چیزوں کو مدنظر رکھ کر ہوتی ہے اس کی مثال قرآن کریم سے ہی میں یہ پیش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کی نسبت قرآن کریم میں فرماتا ہے وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ (البقرہ ۴۸) میں نے تم کو تمام جہان کے لوگوں پر فضیلت دی اور پھر مسلمانوں کی نسبت فرماتا ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران:۱۱۱) تم سب سے بہتر امت ہو جو سب لوگوں کے لئے نکالی گئی ہو تو ایک طرف بنی اسرائیل کو سب جہانوں پر فضیلت دیتا ہے اور دوسری طرف مسلمانوں کو سب جہانوں پر فضیلت دیتا ہے۔ بظاہر اس بات میں اختلاف نظر آتا ہے، لیکن اصل میں کوئی اختلاف نہیں، بلکہ ایک جگہ پر تو اپنے زمانے کے لوگوں پر فضیلت مراد ہے اور دوسری جگہ اولین وآخرین پر۔ اسی طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کو جو بے مثلیت حاصل ہے وہ انسانوں کے کلاموں کو مدنظر رکھ کر ہے اور قرآن کریم کو جو بے مثلیت عطا ہوئی ہے وہ تمام انسانی کلاموں پر بھی ہے اور خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے دوسرے کلاموں پر بھی اور ان میں حضرت اقدسؑ کے الہامی خطبات اور آپ کی کتب بھی شامل ہیں۔ پس قرآن کریم کا بے مثل ہونا حقیقی ہے اور حضرت اقدسؑ کی کتب کی زبان کا بے مثل ہونا اضافی۔ پس آپؑ کا یہ معجزہ گو لوگوں کے لئے حجت ہے مگر قرآن کریم کی شان گھٹانے والا نہیں۔

میں نے اوپر بیان کیا تھا کہ آپؑ کے معجزہ سے قرآن کریم کے معجزہ کی شان دوبالا ہوگئی

ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ بے مثلیت بھی کئی قسم کی ہوتی ہے ایک بے مثلیت ایسی ہوتی ہے کہ بے مثل کلام کو دوسرے کلاموں پر فضیلت تو ہوتی ہے مگر بہت زیادہ فضیلت نہیں ہوتی۔پس گو اس کو افضل کہیں گے مگر دوسرے کلام بھی اس کے قریب قریب پہنچے ہوئے ہوتے ہیں جیسے کہ مثلاً گھوڑ دوڑ میں جب گھوڑے دوڑتے ہیں تو ایک گھوڑا جو اول نکلے دوسرے گھوڑے سے ایک بالشت بھی آگے ہوسکتا ہے اور ایک گز بھی ہوسکتا ہے اور ایک گھوڑے کے کھڑے ہونے کی جگہ کی مقدار بھی آگے ہوسکتا ہے یا اس سے زیادہ بھی ہوسکتا ہے یہی حال بے مثل کلام کا ہے کہ وہ ان سے دوسرے کلاموں کی نسبت جن کے مقابلہ میں اسے بے مثل ہونے کا دعویٰ ہے معمولی فضیلت بھی رکھ سکتا ہے اور بہت زیادہ فضیلت بھی رکھ سکتا ہے اب یہ امر کہ اس کا اور دوسرے کلاموں کا فرق تھوڑا ہے یا بہت اسی طرح معلوم ہوسکتا ہے کہ اس کے درمیان اور ان کلاموں کے درمیان جن سے وہ افضل ہونے کا مدعی ہے اور کلام آکر کھڑے ہوسکیں کہ وہ بھی بے مثل ہوں،لیکن اس کے مقابلہ میں وہ بھی ادنیٰ ہوں۔پس حضرت اقدس کی کتب نے دوسرے انسانوں کے کلاموں کے مقابلے میں اپنی بے مثلیت ثابت کر کے بتا دیا ہے کہ قرآن کریم اپنی بے مثلیت میں دوسرے کلاموں سے بہت ہی بڑھا ہوا ہے کیونکہ وہ کلام جن کو قرآن کریم کے مقابلے پر کھڑا کیا جاتا تھا آپؑ کے کلام نے ان کو پیچھے ڈال دیا،مگر پھر بھی آپ کا کلام قرآن کریم کے ماتحت ہی رہا اور اس کا خادم ہی ثابت ہوا۔جس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم دوسرے کلاموں سے اس قدر آگے نکلا ہوا ہے کہ اس کے اور دوسرے کلاموں کے درمیان ایک وسیع فاصلہ ہے۔

اس فصاحت کے علاوہ جو آپ کو عطا ہوئی۔ایک علم ظاہری آپؑ کو یہ عطا ہوا کہ آپ کو الہاماً عربی زبان کے ام الالسنۃ ہونے کا علم دیا گیا۔یہ ایک عظیم الشان اور عجیب علم تھا،کیونکہ یورپ کے لوگ ام الالسنۃ کے متعلق لمبی کوششوں کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ سنسکرت یا پہلوی زبان ام الالسنۃ ہے اور بعض لوگ ان دونوں زبانوں کو بھی اس زبان کی جو سب سے

پہلی زبان تھی شاخ قرار دیتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ ابتدائی زبان دنیا سے مٹ گئی ہے۔ یہ تو یورپ کے لوگوں کا حال تھا عرب جن کی زبان عربی ہے وہ بھی اس فضیلت کے قائل نہ تھے بلکہ یورپ کی تعلیم کے اثر سے **ام الالسنة** کی دوسرے ممالک کی زبانوں میں تلاش کر رہے تھے ان حالات میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ علم دیا جانا کہ اصل میں عربی زبان ہی **ام الالسنة** ہے ایک قابل حیرت انکشاف تھا، مگر قرآن کریم پر تدبر کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ انکشاف قرآن کریم کی تعلیم کے بالکل مطابق تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وہ کلام جو ساری دنیا کی طرف نازل ہونا تھا اسی زبان میں نازل ہونا چاہئے تھا جو سب سے ابتدائی زبان ہونے کے لحاظ سے ساری دنیا کی زبان ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّابِلِسَانِ قَوْمِہٖ** (ابراہیم:۵) ہم کوئی رسول نہیں بھیجتے مگر اسی زبان میں اس پر کتاب نازل کرتے ہیں جو ان لوگوں کی زبان ہوتی ہے جن کی طرف وہ مبعوث ہوا ہو۔ پس رسول کریم ﷺ جو ساری دنیا کی طرف مبعوث ہوئے تو آپؐ کی طرف اسی زبان میں کلام نازل ہونا چاہئے تھا جو بوجہ **ام الالسنة** ہونے کے ساری دنیا کی زبان کہلا سکے اور چونکہ آپؐ پر عربی زبان میں کلام نازل ہوا ہے اس لئے عربی زبان ہی **ام الالسنة** ہے۔

آپ نے اس انکشاف کے ثبوت میں اللہ تعالیٰ سے علم پا کر ایسے اصول مدون کئے جن سے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ فی الواقعہ عربی زبان ہی ام الالسنہ اور الہامی زبان ہے اور باقی کوئی زبان ام الالسنہ کہلانے کی مستحق نہیں۔ آپ نے اس تحقیق کے متعلق ایک کتاب بھی لکھنی چاہی جو افسوس کہ نامکمل رہ گئی مگر اصل الاصول آپؑ نے اس میں بیان کر دیئے جن کو پھیلا کر اس امر کو دنیا کے ذہن نشین کیا جا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میرا منشاء ہے کہ اُن اصول کے ماتحت جو آپ نے تجویز کئے ہیں اور اس علم کے مطابق جو آپ نے اس کتاب میں مخفی رکھا ہے ایک کتاب تصنیف کروں جس میں بوضاحت آپؑ کے بیان کردہ دعوے کو ثابت کروں اور

اہل یورپ کے تیار کردہ علم اللسان سے جو اس دعوے کی تائید ہوتی ہے وہ بھی بیان کروں اور جہاں اہل یورپ نے ٹھوکر کھائی اس کو بھی کھول دوں **وما التوفیق الا من اللہ** یہ تحقیق عربی زبان کے مطابق ایک ایسی بےنظیر تحقیق ہے کہ دنیا کے نقطہ نظر کو (دین حق) کے مطابق بالکل بدل دے گی اور (دین حق) کو بہت بڑی شوکت اس سے حاصل ہوگی۔

ان ظاہری علوم کے علاوہ جو آپؑ کو دیئے گئے باطنی علوم جو انبیاء کا ورثہ ہیں وہ بھی آپ کو عطا ہوئے اور ان علوم کے مقابلہ سے سب دشمن عاجز رہے اور کوئی شخص آپ کا مقابلہ نہ کرسکا جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں آپ کوئی جدید شریعت لے کر نہ آئے تھے بلکہ پہلی پیشگوئیوں کے ماتحت آنحضرت ﷺ کے دین کی خدمت اور اشاعت کے لئے مبعوث ہوئے تھے اور علوم قرآنیہ کا پھیلانا اور سکھانا آپ کا کام تھا، قرآن کریم کے بعد اب کوئی نیا علم آسمان سے نازل نہیں ہوسکتا، سب علوم اس کے اندر ہیں اور رسول کریم ﷺ کے بعد کوئی نیا معلم نہیں آسکتا، جو شخص آئے گا آپ کے سکھائے ہوئے علوم کی تجدید کرنے والا ہی ہوگا اور انہیں کو دوبارہ تازہ کرے گا، جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک الہام ہے **كُلُّ بَرَكَةٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ ﷺ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ** ہر ایک برکت محمد ﷺ سے آتی ہے۔ پس مبارک ہے وہ جس نے سکھایا یعنی آنحضرت ﷺ اور مبارک ہے وہ جس نے سیکھا یعنی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

غرض علوم چونکہ قرآن کریم پر ختم ہوگئے اور جو مامور آئیں گے ان کو قرآن کریم کے خاص علوم ہی سکھائے جائیں گے نہ کوئی جدید علوم اور ان کی سچائی کی یہی علامت ہوگی کہ ان کو اللہ تعالیٰ قرآن کریم کا وسیع علم عطا فرما دے جو استدلالیوں والا نہ ہو، بلکہ صفات الٰہیہ کا علم ہو اور روحانی منازل کا علم ہو اور اے بادشاہ! ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے علوم سے ایسا وافر حصہ دیا ہے کہ اگر یوں کہیں کہ آپ کے وقت میں قرآن کریم دوبارہ نازل ہوا ہے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا، بلکہ بالکل سچ ہوگا اور رسول کریم ﷺ کے قول کے

مطابق ہوگا کیونکہ آپؐ سے بھی ایک روایت ہے کہ **لو کان القراٰن معلقاً بالثریا لنالہ رجل من فارس** کہ اگر قرآن ثریا پراڑ کر چلا جائے تو ایک شخص فارسی الاصل اس کو واپس لے آوے گا سب سے پہلے تو میں علم قرآن کے اس حصہ کو بیان کرتا ہوں جس نے اصولی رنگ میں (دین حق) کو ایسی مدد دی اور مختلف ادیان کے مقابلہ میں (دین حق) کے مقام کو اس طرح بدل دیا کہ فاتح مفتوح ہوگیا اور غالب مغلوب۔ یعنی قرآن کریم جو اس سے پہلے ایک مردہ کتاب سمجھی جاتی تھی ایک زندہ کتاب بن گئی اور اس کی خوبیوں کو دیکھ کر اس کے مخالف گھبرا کر بھاگ گئے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے نزول سے پہلے عام طور پر مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ معارف قرآنیہ جو بزرگوں نے بیان کئے ہیں وہ اپنی حد کو پہنچ گئے ہیں اور اب ان سے زیادہ کچھ بیان نہیں ہوسکتا بلکہ اور جستجو کرنی فضول اور دین کے لئے مضر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدسؑ کو یہ علم دیا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی مادی پیدائش اپنے اندر بے انتہا اسرار رکھتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کلام بھی اپنے اندر بے انتہا معانی اور معارف رکھتا ہے اگر ایک مکھی جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے نہایت ادنیٰ درجہ رکھتی ہے ہر زمانے میں اپنی پوشیدہ طاقتوں کو ظاہر کرتی ہے اور اس کی بناوٹ کے رازوں اور اس کے خواص کی وسعت اور اس کی عادات کی تفاصیل کا علم زیادہ سے زیادہ حاصل ہوتا جاتا ہے چھوٹے چھوٹے گھانس اور پودوں کے نئے سے نئے خواص اور تاثیریں معلوم ہوتی جاتی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام محدود ہو کہ کچھ مدت تک لوگ اس میں معانی اور معارف اخذ کریں اور اس کے بعد وہ اس کان کی طرح ہو جائے جس کا خزانہ ختم ہو جاتا ہے۔ اللہ کا کلام تو مادی اشیاء کی نسبت زیادہ کثیر المعانی اور وسیع المطالب ہونا چاہئے، اگر نئے سے نئے علوم دنیا میں نکل رہے ہیں، اگر فلسفہ اور سائنس تیزی کے ساتھ ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اگر طبقات الارض اور علم آثار قدیمہ اور علم افعال الاعضاء اور علم نباتات اور علم حیوانات اور علم ہیئت اور علم سیاسیات اور علم اقتصاد اور علم معاملات اور علم النفس اور علم روحانیات اور علم

اخلاق اوراسی قسم کے نئے علوم یا تو نئے دریافت ہورہے ہیں یا انہوں نے پچھلے زمانہ کے علوم کے مقابلہ میں حیرت انگیز ترقی حاصل کرلی ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کا کلام ہی ایسا راکد ہونا چاہئے کہ وہ اپنے پر غور کرنے والوں کو تازہ علوم اور نئے مطالب نہ دے سکے اور سینکڑوں سال تک وہیں کا وہیں کھڑا رہے۔

اس وقت جس قدر بے دینی اور اللہ تعالیٰ سے دوری اور شریعت سے بُعد نظر آتا ہے وہ ان علوم کے بالواسطہ یا بلاواسطہ اثر ہی کا نتیجہ ہے۔ پس اگر قرآن کریم اللہ کا کلام ہے تو چاہئے تھا کہ ان علوم جدیدہ کی ایجاد یا وسعت کے ساتھ اس میں سے بھی ایسے معارف ظاہر ہوں جو یا تو ان علوم کی غلطی کو ظاہر کریں اور بدلائل انسان کو تسلی دیں یا یہ بتائیں کہ جو شبہ پیدا کیا جاتا ہے وہ درحقیقت پیدا ہی نہیں ہوتا اور صرف قلت تدبر کا نتیجہ ہے۔

اس اصل کو قائم کرکے آپؑ نے بدلائل ثابت کیا کہ قرآن کریم میں اس زمانے کی ترقیات اور تمام حالات کا ذکر موجود ہے، بلکہ اس زمانے کی بعض جزئیات تک کا ذکر ہے، لیکن پہلے مسلمان چونکہ اس زمانہ میں نہیں پیدا ہوئے تھے وہ ان اشارات کو نہیں سمجھ سکے اور ان واقعات کو قیامت پر محمول کرتے رہے۔

مثلاً سورۃ تکویر میں اس زمانے کی بہت ہی علامات مذکور ہیں جیسے (۱) اِذَاالشَّمْسُ كُوِّرَتْ ○ (۲) وَاِذَاالنُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ○ (۳) وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ○ (۴) وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ○ (۵) وَاِذَاالْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ○ (۶) وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ○ (۷) وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ○ (۸) وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ○ (۹) بِاَىِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ○ (۱۰) وَاِذَاالصُّحُفُ نُشِرَتْ ○ (۱۱) وَاِذَاالسَّمَآءُ كُشِطَتْ ○ (۱۲) وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ○ (۱۳) وَاِذَاالْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ○ یعنی (۱) جب سورج لپیٹا جائے گا (۲) اور جب ستارے تاریک ہوجائیں گے (۳) وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ اور جب پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹائے

جائیں گے۔ یعنی ایسے سامان نکل آئیں گے کہ ان کے ذریعے سے پہاڑوں کو کاٹا جائے گا اور ان کے اندر سوراخ کر دئے جائیں گے (۴) وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَت اور جب دس مہینے کی گھابن اونٹنیاں بے کار چھوڑ دی جائیں گی یعنی ایسا زمانہ آجائے گا کہ نئی سواریوں کی وجہ سے اونٹوں کی وہ قدر نہ رہے گی جواب ہے (۵) وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَت اور جب دینی علوم سے لوگوں کو ناواقفیت ہوگی اور وہ مثل وحشیوں کے ہو جائیں گے اور اسی طرح وہ اقوام جو پہلے وحشی سمجھی جاتی تھیں جیسے یورپ کے باشندے کہ آج سے چھ سات سو سال قبل جس وقت ایشیائی لوگ نہائیت مہذب اور ترقی یافتہ تھے یہ لوگ ننگے پھرتے تھے۔ دنیا میں پھیلا دئے جائیں گے اور دنیا کی حکومتوں پر قابض ہو جائیں گے اور یہ بھی کہ اس زمانے میں کچھ وحشی اقوام ہلاک کر دی جائیں گی کہ ان کا نام ہی باقی رہ جائے گا اور یہ عربی زبان کا محاورہ ہے کہ کہتے ہیں حشر الوحوش ای اھلکت ایسا ہی اس زمانے میں ہوا ہے کہ آسٹریلیا اور امریکہ کے اصلی باشندے کہ ان کو کہتے بھی وحشی ہی ہیں۔ آہستہ آہستہ اس طرح ہلاک کر دئے گئے ہیں کہ اب ان اقوام کا ان میں نشان تک نہیں ملتا۔

پھر فرمایا کہ (٦) وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ جب دریاوں کو پھاڑا جائے گا یعنی ان میں سے نہریں نکالی جائیں گی اور (٧) وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ اور جب لوگ آپس میں جمع کر دئے جائیں گے یعنی آپس کے تعلقات کے ایسے سامان نکل آئیں گے کہ دور دور کے لوگ آپس میں ملا دئے جائیں گے۔ جیسے آلات ٹیلیفون ہیں کہ ہزاروں میل کے لوگوں کو آپس میں ملا کر باتیں کروا دیتے ہیں یا ریل اور تار اور ڈاک کے انتظام ہیں کہ ساری دنیا کو انہوں نے ایک شہر بنا دیا ہے (٨) وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکیاں یا عورتیں پوچھی جائیں گی یعنی مذہبی طور پر انسان کا زندہ گاڑ دینا خواہ جائز ہو مگر قوانین حکومت اس کی اجازت نہ دیں گے اور صرف مذہبی جواز کا فتویٰ پیش کر دینا قبول نہ کیا جائے گا۔ جیسے کہ اس زمانہ

سے پہلے زمانوں میں ہوتا چلا آیا ہے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ اور جب کہ کتب اوراخبارات اور رسالہ جات پھیلائے جائیں گے، جیسا کہ آج کل ہے اخبارات اور کتب کی کثرت کو دیکھ کر انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے(۱۱)وَاِذَاالسَّمَآءُ کُشِطَتْ اور جب آسمان کا چھلکا اتارا جائے گا یعنی آسمانی علوم کا ظہور ہوگا۔علم ہیئت کی ترقی کے ذریعے سے بھی اور علوم قرآنیہ کے اظہار اور اشاعت کے ذریعے سے بھی (۱۲)وَاِذَاالْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ اور دوزخ بھڑکا دی جائے گی یعنی نئے نئے علوم ایجاد ہوں گے جن کی وجہ سے لوگوں کو دین سے نفرت ہو جائے گی اور دلوں سے ایمان نکل جائے گا اور عیش وعشرت کے سامانوں کی کثرت سے بھی لوگوں میں فساد پیدا ہو جائے گا(۱۳)وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ اور جب جنت قریب کر دی جائے گی یعنی اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کا فضل بھی جوش میں آئے گا اور جنت بھی قریب کر دی جائے گی،یعنی جب فساد اور شرارت بڑھ جائے گی اور بے دینی ترقی کر جائے گی اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ایسا سامان کر دے گا کہ لوگوں کے ایمان تازہ ہوں اور دین کی خوبی ظاہر ہو جائے اور ان کاموں کا کرنا لوگوں کے لئے آسان ہو جائے جن کے کرنے پر جنت ملتی ہے۔

اب آپ غور کر کے دیکھ لیں کہ کیا یہ سب نشانیاں اس زمانے کی نہیں ہیں اور کیا یہ ممکن ہے کہ ان علامات کو قیامت یا کسی اور زمانے پر لگایا جائے۔صرف اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ اور اِذَاالنُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ کے الفاظ سے دھوکا کھا کر یہ خیال کر لینا کہ یہ باتیں قیامت کو ہوں گی کب جائز ہوسکتا ہے جبکہ اس کی باقی آیات کا قیامت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا، قیامت کو دس مہینے کی گھابن اونٹنیاں بھلا کیوں چھوڑ دی جائیں گی؟ اگر کہا جائے کہ گھبرا کر تو اس کا جواب یہ ہے کہ اونٹنی کا کیا ذکر اس وقت تو باپ، ماں، بیٹا، بیٹی، بیوی، بھائی بہن سب کو چھوڑ دیا جائے گا ایسے اعلیٰ تعلقات جس وقت ٹوٹ جائیں گے اس وقت کے ذکر میں اونٹنی کے چھوڑ دینے کا ذکر بے محل ہو جاتا ہے اسی طرح سوال پیدا ہوتا ہے کہ وحشی کیوں اکٹھے کئے جائیں گے؟ دریاؤں میں

سے اس دن نہریں کیوں نکالی جائیں گی؟ یا یہ کہ دریا آپس میں کیوں ملائے جائیں گے اور مؤدہ کے متعلق اس وقت کیوں سوال ہوگا؟ اعمال کے متعلق پرسش تو فنا کے بعد حشر الاجساد کے دن ہوگی، نہ کہ جس وقت کارخانۂ عالم درہم برہم ہو رہا ہوگا۔ اسی طرح ان آیات کے مابعد بھی ایسی باتوں کا ذکر ہے جو ثابت کررہی ہیں کہ اسی دنیا میں یہ سب کچھ ہونے والا ہے جیسے وَالَّیْلِ اِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ اِذَاتَنَفَّسَ اور رات کی قسم جب وہ جاتی رہے گی اور صبح کی قسم جب وہ سانس لے گی یعنی طلوع ہونے لگے گی اور جبکہ شروع میں اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ آچکا ہے اگر اس سورۃ میں قیامت کا ہی ذکر ہو تو سورج کے لپیٹے جانے کے بعد رات کس طرح چلی جائے گی اور صبح کس طرح نمودار ہونے لگے گی، غرض ان باتوں کا جو اس سورۃ میں بیان ہوئی ہیں قیامت کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں، ہاں اس زمانے کے حالات کے یہ بالکل مطابق ہیں اور گویا اس وقت کا پورا نقشہ ان میں کھینچ دیا گیا ہے پس درحقیقت اس زمانے کی خرابیوں اور مادی ترقیوں اور گناہوں کی کثرت اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کی اس سورۃ میں خبر دی گئی تھی، جس کو پڑھ کر مومن کا ایمان تازہ ہوتا ہے اور سب شکوک وشبہات ہوا ہو جاتے ہیں۔

یہ ایک مثال میں نے ان اخبار کی دی ہے جو اس زمانے کے متعلق قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں اور جن کو حضرت اقدسؑ نے خود بیان فرمایا ہے، یا جن کو آپؑ کے بتائے ہوئے اصول کے ماتحت آپ کے خدام نے قرآن کریم سے اخذ کیا ہے ورنہ اس زمانے کے مفاسد اور حالات کی خبریں اور ان کے علاج قرآن کریم میں اس کثرت سے بیان ہوئے ہیں کہ ان کو دیکھ کر سخت سے سخت دشمن بھی یہ اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قرآن کریم اللہ کی کتاب ہے جس سے ماضی، حال اور مستقبل کسی زمانے کے بھی حالات پوشیدہ نہیں، مگر ان کے بیان سے اصل مضمون رہ جائے گا اور یہ مکتوب بہت زیادہ لمبا ہو جائے گا

دوسرا اصولی علم جو قرآن کریم کے متعلق آپ کو دیا گیا یہ ہے کہ قرآن کریم میں کوئی

دعویٰ بلا دلیل بیان نہیں کیا جاتا اس اصل کے قائم کرنے سے اس کے علم کے انکشاف کے لئے ایک نیا دروازہ کھل گیا اور جب اس کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن کریم پر غور کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ ہزاروں باتیں جو اس سے پہلے بطور دعوے کے سمجھی جاتی تھیں اور ان کی دلیل یہ سمجھ لی گئی تھی کہ خدا نے کہا ہے اس لئے مان لو، وہ سب اپنے دلائل اپنے ساتھ رکھتی تھیں اس دریافت کا یہ نتیجہ ہوا کہ فطرت انسانی نے جو علوم کی ترقی کی وجہ سے اس زبردستی کی حکومت کا جؤا اتار پھینکنے کے لئے تیار ہو رہی تھی عقلی طور پر تسلی پا کر نہایت جوش وخروش سے قرآن کریم کے بتائے ہوئے اصول سے لپٹ گئی اور قرآن کریم کی باتوں کے ماننے میں بجائے ایک بوجھ محسوس ہونے کے فرحت حاصل ہونے لگی اور محسوس ہونے لگا کہ قرآن کریم ایک طوق کے طور پر ہماری گردنوں میں نہیں ڈالا گیا، بلکہ ایک واقف کار راہنما کی مانند ہمارے ہمراہ کیا گیا اللہ تعالیٰ کی ذات کے وہ زبردست ثبوت آپ نے قرآن کریم سے پیش کئے جن کو موجودہ سائنس رد نہیں کر سکتی اور جن کے اثر سے تعلیم یافتہ دہریوں کی ایک جماعت واپس خدا پرستی کی طرف آ رہی ہے۔

اسی طرح آپؓ نے ملائکہ پر جو اعتراضات ہوتے تھے ان کے جواب قرآن کریم سے دئے نبوت کی ضرورت اور نبیوں کی صداقت کے دلائل قرآن کریم سے بیان کئے۔ قیامت کا ثبوت قرآن کریم سے پیش کیا اعمال صالحہ کی ضرورت اور ان کے فوائد اور نواہی کے خطرناک نتائج اور ان سے بچنے کی ضرورت یہ سب مسائل اور ان کے سوا باقی اور بہت سے مسائل کے متعلق آپ نے قرآن کریم ہی کے ذکر کردہ عقلی اور نقلی دلائل بیان کر کے ثابت کر دیا کہ قرآن کریم پر علوم جدیدہ کی دریافت کا کوئی خراب اثر نہیں پڑ سکتا، کیونکہ آپ نے بتایا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فعل اور اس کا قول مخالف ہوں، جو کلام اس کے مخالف ہے وہ اس کا کلام ہی نہیں اور جو اس کا کلام ہے وہ اس کے فعل کے مخالف نہیں ہو سکتا۔

ان علوم کے بیان کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت صرف آپ ہی کی جماعت ہے جو

ایک طرف تو علوم جدیدہ کی تحصیل میں پوری طرح لگی ہوئی ہے اور دوسری طرف سیاسی ضرورت یا نسلی تعصب کی وجہ سے نہیں بلکہ سچے طور پر تقلیدی طور پر نہیں بلکہ علی وجہ البصیرت (دین حق) کے بیان کردہ تمام عقائد پر یقین رکھتی ہے اور ان کی صداقت کو ثابت کر سکتی ہے۔ باقی جس قدر جماعتیں ہیں، وہ ان علوم سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے یا تو علوم جدیدہ کی تکذیب کر کے اور ان کے حصول کو کفر قرار دے کر اپنے خیالی ایمان کو محفوظ رکھے ہوئے ہیں، یا پھر ان کے اثر سے متاثر ہو کر دین کو عملاً چھوڑ بیٹھی ہیں یا ظاہر میں لوگوں کے خوف سے اظہار اسلام کرتی ہیں مگر دل میں سو قسم کے شکوک اور شبہات اسلامی تعلیم کے متعلق رکھتی ہیں۔

تیسرا اصولی علم قرآن کریم کے متعلق آپؑ کو یہ دیا گیا ہے کہ انسانی عقل کوئی شبہ یا وسوسہ قرآن کریم کی تعلیم کے متعلق پیدا کر لے، اُس کا جواب قرآن کریم کے اندر موجود ہے اور آپ نے اس مضمون کو اس وسعت سے بیان کیا ہے کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ہر قسم کے وساوس اور شکوک کا جواب آپ نے قرآن کریم سے دیا ہے اور اس طرح نہیں کہ کہہ دیا ہو کہ قرآن کریم اس خیال کو رد کرتا ہے اس لئے یہ خیال مردود ہے بلکہ ایسے دلائل کے ذریعہ سے جو گو بیان تو قرآن کریم نے کئے ہیں مگر ہیں عقلی اور علمی جن کو ماننے پر ہر مذہب وملت کے لوگ مجبور ہیں۔

چوتھا اصول علم قرآن کریم کے متعلق آپؑ کو یہ دیا گیا ہے کہ اس سے پہلے لوگ عام طور پر یہ تو بیان کرتے تھے کہ قرآن کریم سب کتب سے افضل ہے مگر یہ کسی نے ثابت نہ کیا تھا کہ کتب مقدسہ یا دوسری تصانیف پر اسے کیا فضیلت حاصل ہے جس کی وجہ سے وہ بے نظیر ہے اور بے مثل ہے اس مضمون کو آپؑ نے قرآن کریم ہی کے بیان کردہ دلائل سے اس وسعت سے ثابت کیا ہے کہ بے اختیار انسان کا دل قرآن کریم پر قربان ہونے کو چاہتا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ پر فدا ہونے کو چاہتا ہے جن کے ذریعہ سے یہ تعلیم ہمیں ملی۔

پانچواں اصولی علم جو آپؐ کو دیا گیا یہ ہے کہ قرآن ذوالمعانی ہے اس کے کئی بطون ہیں اس کو جس عقل اور جس فہم کے آدمی پڑھیں اس میں ان کی سمجھ اور ان کی استعداد کے مطابق سچی تعلیم موجود ہے، گویا الفاظ ایک ہیں، لیکن مطالب متعدد ہیں، اگر معمولی عقل کا آدمی پڑھے تو وہ اس میں ایسی موٹی موٹی تعلیم دیکھے گا جس کا ماننا اور سمجھنا اس کے لئے کچھ بھی مشکل نہ ہوگا اور اگر متوسط درجہ کے علم کا آدمی اس کو پڑھے گا تو وہ اپنے علم کے مطابق اس میں مضمون پائے گا اور اگر اعلیٰ درجہ کے علم کا آدمی اس کو پڑھے گا تو وہ اپنے علم کے مطابق اس میں علم پائے گا۔ غرض یہ نہ ہوگا کہ کم علم لوگ اس کتاب کا سمجھنا اپنی عقل سے بالا پائیں، یا اعلیٰ درجہ کے علم کے لوگ اس کو ایک سادہ کتاب پائیں اور اس میں اپنی دلچسپی اور علمی ترقی کا سامان نہ دیکھیں۔

چھٹا اصولی علم آپ کو قرآن کریم کے متعلق یہ دیا گیا کہ قرآن کریم علاوہ روحانی علوم کے ان ضروری علوم مادیہ کا بھی بیان کرتا ہے جن کا معلوم ہونا انسان کے لئے ضروری اور ان علوم کا انکشاف زمانے کی ترقی کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے تاکہ ہر زمانے کے لوگوں کا ایمان تازہ ہو۔

ساتواں اصولی علم آپ کو یہ دیا گیا ہے کہ تفسیر قرآن کریم کے متعلق آپ کو وہ اصول سمجھائے گئے کہ جن کو مدنظر رکھ کر انسان تفسیر قرآن کریم میں غلطی کھانے سے محفوظ ہو جاتا ہے اور جن کی مدد سے انسان پر نئے سے نئے علوم کا انکشاف ہوتا ہے اور ہر دفعہ قرآن کریم کا مطالعہ اس کے لئے مزید لذت اور سرور کا موجب ہوتا ہے۔

آٹھواں اصولی علم آپؐ کو قرآن کریم کے متعلق یہ دیا گیا کہ قرآن کریم سے تمام روحانی ترقیات کے مدارج آپؐ کو سکھائے گئے اور جو علوم اس سے پہلے لوگ اپنی عقل سے دریافت کر رہے تھے اور بعض دفعہ غلطی کھا جاتے تھے ان کے متعلق آپؐ کو قرآن کریم سے علم دیا گیا اور سمجھایا گیا کہ تمام روحانی حالتیں ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک قرآن کریم نے ترتیب وار بیان کی ہیں جن پر چل کر انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے اور اس کے ثمرات ایمان بھی کھاتا جاتا ہے۔ یہ بات پہلے

لوگوں کو میسر نہ تھی۔ کیونکہ وہ قرآن کریم کی مختلف آیات سے تو استدلال کرتے تھے مگر سب مدارج روحانیہ یکجائی طور پر ان کو قرآن کریم سے معلوم نہ تھے۔

نواں اصولی علم آپ کو یہ دیا گیا کہ قرآن کریم تمام کا تمام کیا سورتیں اور کیا آیتیں سب کا سب ایک خاص ترتیب کے ساتھ اترا ہوا ہے، اس کا ایک ایک فقرہ اور ایک ایک جملہ اپنی صحیح جگہ پر رکھا ہوا ہے اور ایسی اعلیٰ درجہ کی ترتیب اس میں پائی جاتی ہے کہ دوسری کتب کی ترتیب اس کے مقابلے میں بالکل ہیچ ہے، کیونکہ دیگر کتب کی ترتیب میں صرف ایک ہی بات مدنظر رکھی جاتی ہے کہ مناسب مضامین یکے بعد دیگرے آجائیں، لیکن قرآن کریم کی ترتیب میں یہ خصوصیت ہے کہ اس میں مضامین کی ترتیب نہ صرف مضامین کے لحاظ سے ہے بلکہ ایسی طرز سے ہے کہ مختلف جہات سے اس کی ترتیب قرار دی جاسکتی ہے۔ یعنی اگر مختلف مطالب کو مدنظر رکھا جائے تو ہر مطلب کے لحاظ سے اس کے اندر ترتیب پائی جاتی ہے یہ نہیں کہ اس کی ایک تفسیر کریں تو ترتیب قائم رہے اور دوسری تفسیر کریں تو ترتیب میں خلل آجائے، بلکہ جس قدر معنے اس کے صحیح اور مطابق اصول تفسیر کے ہیں ان سب کی رعایت کو مدنظر رکھا گیا ہے اور کوئی سے معنے لے کر اس کی تفسیر شروع کردو اس کی ترتیب میں فرق نہیں آئے گا اور یہ ایسی صفت ہے کہ کسی انسانی کلام میں نہیں پائی جاتی اور نہ پائی جاسکتی ہے۔

دسواں اصولی علم آپ کو یہ دیا گیا ہے کہ قرآن کریم میں نیکیوں اور بدیوں کے مدارج بیان کئے گئے ہیں۔ یعنی یہ بتایا گیا ہے کہ کون کون سی نیکی سے کون کون سی نیکی کی تحریک ہوتی ہے اور کون کون سی بدی سے کون کون سی بدی پیدا ہوتی ہے۔ اس علم کے ذریعے سے انسان اخلاق کی اصلاح میں عظیم الشان فائدہ حاصل کرسکتا ہے کیونکہ اس تدریجی علم کے ذریعے سے وہ بہت سی نیکیوں کو حاصل کرسکتا ہے جن کو وہ پہلے باوجود کوشش کے حاصل نہیں کرسکتا تھا اور بہت سی بدیوں کو چھوڑ سکتا ہے جن کو وہ باوجود بہت سی کوشش کے نہیں چھوڑ سکتا تھا، گویا قرآن کریم کا یہ عظیم الشان

معجزہ آپ نے بتا دیا کہ اس نے انسان کو نیکیوں اور بدیوں کے چشمے بتا دئے ہیں جہاں پہنچ کر وہ اپنی پیاس کو بجھا سکتا ہے، یا تباہ کرنے والے طوفان کو روک سکتا ہے۔

گیارہواں اصولی علم آپ کو یہ بتایا گیا کہ سورۂ فاتحہ قرآن کریم کے سب مضامین کا خلاصہ ہے اور باقی قرآن کے لئے بمنزلۂ متن ہے اور کل اصولی مسائل اس کے اندر بیان کئے گئے ہیں اور نہایت مفصل اور ضخیم تفاسیر آپ نے اس سورۃ کی شائع کیں اور نہایت پر لطف ایمان کو تازہ کرنے والے مضامین اس سے اخذ کر کے تقسیم کئے ،اس علم کے ذریعے سے آپ نے حفاظت (دین حق) کے کام کو آسان کر دیا، کیونکہ ہر ایک بات جو مفصل میں سے انسان کی سمجھ میں نہ آئے وہ اس مجمل پر نگاہ کر کے اس کو سمجھ سکتا ہے اور صرف اسی سورۃ کو لے کر تمام دنیا کے ادیان کا مقابلہ کر سکتا ہے اور کل مدارج روحانی کو معلوم کر سکتا ہے۔

یہ تو بعض امثلہ اصولی علوم کی میں نے بیان کی ہیں ان کے علاوہ بارہواں علم قرآن کریم کے متعلق آپ کو تفصیلی دیا گیا ہے جس کے مطابق مختلف آیات کے تراجم اور ان کے معارف جو آپ نے بیان کئے ہیں اور ضروریات زمانہ کے متعلق جو ہدایات آپ نے قرآن کریم سے اخذ کی ہیں ان کو اگر بیان کیا جائے تو اس کے لئے کئی مجلد کتابیں چاہئیں ،ان علوم کے چشموں نے ثابت کر دیا ہے کہ آپ کا اس مبداء فیض سے خاص تعلق ہے جو علم ہے اور جس کی نسبت آتا ہے۔وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ (البقرہ:۲۵۶) کیونکہ انسان کی طاقت سے بالکل باہر ہے کہ وہ ایسے علوم کو اپنی عقل سے دریافت کر سکے۔آپ کے بتائے ہوئے علوم اور اصول کے مطابق جب ہم قرآن کریم پڑھتے ہیں تو اس کے اندر علوم کے سمندر موجیں مارتے ہوئے نظر آتے ہیں جن کا کنارہ نظر نہیں آتا۔

آپ نے آیت لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ؁ کے مضمون کی طرف توجہ دلا کر بار بار اپنے مخالفوں کو توجہ دلائی کہ اگر آپ لوگوں کے خیالات کے مطابق میں جھوٹا ہوں تو پھر وجہ کیا ہے

ایسے باریک در باریک علم مجھے عطا کئے جاتے ہیں اور اپنے مخالفوں کو بار بار دعوت مقابلہ دی کہ اگر تم میں سے کوئی عالم یا شیخ اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے تو میرے مقابلے پر علوم قرآن کو ظاہر کرے اور ایسا کیا جائے کہ ایک جگہ ایک ثالث شخص بطور قرعہ اندازی قرآن کریم کا کوئی حصہ نکال کر دونوں کو دے اور اس کی تفسیر معارف جدیدہ پر مشتمل دونوں لکھیں پھر دیکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ کس فریق کی مدد کرتا ہے مگر باوجود بار بار پکارنے کے کوئی مقابل پر نہ آیا اور آتا بھی کیونکر؟ آپ کا مقابلہ تو الگ رہا، علوم قرآن میں آپ کے خدام کا بھی کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا اور قرآن کریم گویا اس وقت صرف ہمارا ہی ہے۔

اس مضمون کے ختم کرنے سے پہلے آپ کی ایک فارسی نظم قرآن کریم کے متعلق درج کرتا ہوں جس میں آپ نے علوم قرآنیہ کے متعلق لوگوں کو توجہ دلائی ہے ؎

از نور پاک قرآں صبح صفا دمیدہ	بر غنچہ ہائے دلہا باد صبا وزیدہ
ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد	ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ
یوسف بقعر چاہے محبوب ماند تنہا	ویں یوسفے کہ تن ہا از چاہ برکشیدہ
از مشرق معانی صد ہا دقائق آورد	قد ہلال نازک زاں نازکی خمیدہ
کیفیت علومش دانی چہ شان دارد	شہدیست آسمانی از وحی حق چکیدہ
آں نیر صداقت چوں رو بعالم آورد	ہر بوم شب پرستے در کنج خود خزیدہ
روئے یقین نہ بیند ہرگز کسے بدنیا	الّا کسے کہ باشد با رویش آرمیدہ
آں کس کہ عالمش شد، شد مخزن معارف	واں بے خبر ز عالم کیں عالمے ندیدہ
باران فضل رحمٰن، آمد بمقدم او	بدقسمت آنکہ از وے، سوئے دگر دویدہ
میل بدی نباشد، الا رگے ز شیطان	آں را بشر بدانم، کز ہر شرے رہیدہ
اے کان دلربائی، دانم کہ از کجائی	تو نور آں خدائی، کیں خلق آفریدہ
میلم نماند باکس محبوب من توئی بس	زیرا کہ زاں فغاں رس نورت بما رسیدہ

(دعوت الامیر صفحہ ۱۹۸ تا ۲۱۷)